حضرت زینب سلام اللہ علیہا

اُسوۂ مقاومت

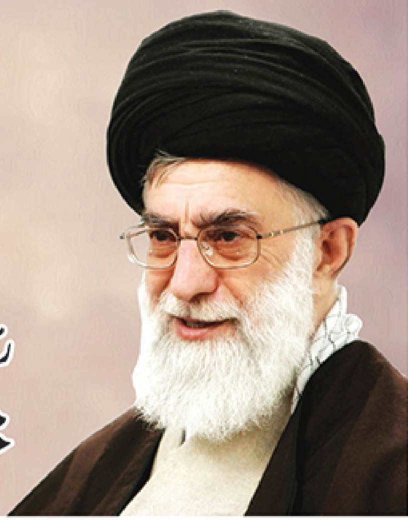

رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمی

خامنہ ای دامت برکاتہ نے فرمایا:

جناب زینب سلام اللہ علیہا کی شخصیت غم واندوہ اور تیمارداری میں ہی خلاصہ نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک مسلمان خاتون کا مکمل نمونہ تھیں۔ یعنی وہ آئیڈیل جسے اسلام نے خواتین کی تربیت کے لئے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی شخصیت، ایک ہمہ گیر شخصیت ہے۔ عالم ودانا، صاحب معرفت اور ایک نمایاں انسان کہ جب بھی کوئی ان کے سامنے کھڑا ہوتا ہے ان کی علمی ومعنوی عظمت اور معرفت کے آگے سرتسلیم خم کر دیتا ہے۔ ایک مسلم خاتون جس پہلو کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتی ہے یہی ہے یعنی اسلام کو اپنے وجود میں بسانا۔

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان طالبات

بسم الله الرحمن الرحیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ الْحَسَنِ
صَلَوٰاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَآئِهٖ فِيْ هٰذِهِ
السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِيًّا وَّحَافِظًا
وَّقَآئِدًا وَّنَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى
تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَّتُمَتِّعَهٗ فِيْهَا
طَوِيْلًا ط اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ
مُحَمَّدٍ وَّعَجِّلْ فَرَجَهُمْ

حضرت زینب سلام اللہ علیہا

اُسوۂ مقاومت

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان طالبات

- کتابچہ: حضرت زینب سلام اللہ علیہا اُسوۂ مقاومت
- سالِ طبع: محرم الحرام ۱۴۴۱ھ بمطابق ستمبر 2019ء
- کمپوزنگ و ڈیزائننگ: سید حسنین عارف
- ناشر: امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان طالبات

فہرست

نمبر شمار	موضوع	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۶
۲	پیش لفظ	۹
۳	بازارِ کوفہ میں خطبہ امام سجاد علیہ السلام	۱۳
۴	حضرتِ زینبِ عالیہ صلوات اللہ علیہا کا خطبہ	۱۴
۵	اہلیانِ کوفہ کی حالت	۱۶
۶	جناب امّ کلثوم سلام اللہ علیہا کا خطبہ	۱۶
۷	خطبہ کا اثر	۱۷
۸	امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ	۱۷
۹	امام سجاد نے ان کا یہ کلامِ فریب انضمام سن کر فرمایا	۱۹
۱۰	دربارِ ابنِ زیاد میں پیشی	۱۹
۱۱	اسرائے اہل بیت کی دمشق میں آمد	۲۰
۱۲	جناب زینبِ کبریٰ (س) کا خطبہ دربارِ یزید میں:	۲۲
۱۳	خطبہ کے اثرات	۲۷
۱۴	نمونہ سخن	۲۷
۱۵	اعلائے کلمہ حق	۲۸
۱۶	قصرِ یزیدیت کی تاراجی	۲۸
۱۷	انقلاب آفرین خطبہ	۲۸
۱۸	خطباتِ سیدہ اور واقعاتِ کربلا	۲۹
۱۹	علیؑ کی بیٹی	۳۰

مقدمہ

عشرۂ محرم الحرام اپنی تمام تر اداسیوں کے ساتھ گزر گیا۔ ہم نے حسینی کردار سے کیا کچھ حاصل کیا؟ یہ ہر ایک عزادار کے قلبی ظرف پر منحصر ہے۔ حسین اور حسینیت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اسی راستے پر چلیں جو کربلا والوں نے متعین کیا ورنہ ہم کربلا اور کربلا والوں سے کچھ حاصل کرنے سے محروم رہے ہیں۔ کربلا ایک درسِ انسانیت ہے جس سے ہماری عملی زندگی عبارت ہے۔

عاشورہ کے بعد حضرت سید الساجدین کی پناہ میں جو کاروانِ مخدارت وعصمت کوفہ و شام کی جانب روانہ ہوا، اس کے مقصد کو جاننا ہمارا مقصدِ حیات ہونا چاہئے۔ زمانے میں بسنے والا ایک عام خاندان نہ نقل مکانی اختیار کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اجڑنا۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ یہ خاندانِ توحید وتطہیر کیوں، کس لئے دربدر ہوا؟ وہ کون سے محرکات تھے جن کی وجہ سے عرب کا یہ معزز ترین اور باوقار صاحبِ حیثیت قبیلہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوا؟ کربلا میں دی جانے والی قربانیاں، مخدراتِ عصمت کے مصیبتوں کے سفر، شہر بہ شہر پھرائے جانے کی اذیتیں، درباروں، بازاروں میں دئے جانے والے توحید و رسالت اور امامت کے لئے خطبے آخر کس لئے تھے؟ یہی نا! کہ ان نظریاتِ الٰہی کی بقا رہے اور توحید کے مخالف نظریات

کا قلع قمع کیا جائے۔خاندانِ رسالتؐ تو اپنے مقصد میں کامیاب وکامران رہا۔اب ان کی تمام تر قربانیوں کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ہم ان کے قائم کردہ اور معین کردہ راستے پر گامزن ہوکران کے اسوۂ زندگی پر عمل پیرا ہوں۔اسی میں ہماری دنیاوآخرت کی نجات ہے۔اس خاندان کی ایک ایک قربانی ہمہ وقت ہماری نگاہوں میں رہے اوراس صراطِ مستقیم پر ہمارا عمل نظر آئے۔

مخدراتِ عصمت وطہارت کے دیئے ہوئے خطبات آج بھی ہمارے لئے مشعلِ ہدایت ہیں۔جس طرح انہوں نے بقائے توحید کے لئے خطبہ دینا فرض سمجھا اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ ان کے خطبات کو پڑھیں،اللہ کے اسرارورموزان میں پنہاں ہیں اس پرغوروخوض کریں۔ہم پرواضح ہوجائے گا کہ یہ خطبات صرف کوفہ وشام اوردیگر شہروں کے افراد ہی کے لئے،صرف اسی دَور ہی کی ضرورت نہ تھے بلکہ یہ فرمودات قیامت تک کے لئے آنے والی تمام نسلوں کے لئے بھی اسی طرح دعوت فکر لئے ہوئے ہیں جس طرح اس ماحول میں ضروری تھا۔

وارثانِ کساء کی تربیت یافتہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا اورحضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے ظلم وجور کے عہداورغیر شریفانہ ماحول میں الٰہی نظام کی خاطر فرمائے گئے فرمودات کی بازگشت سے آج بھی کائنات انگشت بدنداں ہے۔

یہ خطبات ہماری بہنوں،بہو،بیٹیوں کے لئے لمحہ فکریہ ہیں کہ جب بھی دین پر افتاد آپڑے تو انہی خطبات کو دہراکر توحیدورسالت اورامامت کا بھرپوردفاع کیا جائے۔تو اس لائحہ عمل سے خدااوررسولؐ امام کے دشمنوں کا ویسا ہی انجام ہوسکتا ہے۔دشمن کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تاریخ بھی خانوادہ عصمت وطہارت کی صداقت لکھنے پر مجبور ہوگئی۔

ہمیں اپنا احتساب کرنا ہوگا۔کہ ہم اس سانحے کا اثر لیتے ہیں یاسن کر خاموش ہوجاتے ہیں۔

اگر آج ہم خاموش ہو گئے تو کل روزِ محشر کہیں وہ خاموش نہ ہو جائیں جن سے ہماری شفاعت وابستہ ہے۔ آج لمحہ فکر یہ ہے اور کل نتیجہ۔ اور اس نتیجے کے لئے آج ہی کا لفظ ہے کل کا نہیں ہے۔ آئیں آج بھی اس توبہ کے کھلے ہوئے دروازے پر جھک جائیں ۔ ورنہ جب یہ دروازہ بند ہو گیا تو اس لمحہ کا نام ہی محشر ہو گا۔

التماسِ دعا کے ساتھ حرفِ آخر کے طور پر یہ کہنا مناسب ہو گا:

علیؑ کی علیؑ بیٹی نے اپنے خطبات کے بل بوتے پر مظلوم انسانوں کو استحصال کرنے والوں کے خلاف قیام کرنے کے آداب سکھائے۔

ملتمسِ دعا

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان طالبات

پیش لفظ:

گنج شہدا کے منظر نامے کے رو برو نوع انسانیت محوِ حیرت کھڑی وقارِ آدمیت کی اس بے مثال علمبردار کو دیکھتی ہے۔ اُس کی کمر جو عصرِ عاشور تک دُکھ سے کمان ہوگئی تھی، شام ڈھلتے ہی عزمِ بے پناہ سے کیسے سینہ جبر میں تیر ہوگئی ہے۔ حرف و بیان کا دم اکھڑتا ہے کہ یہ خطیبِ منبر سلونی کی علی و اعلیٰ بیٹی کا تذکرہ ہے۔

نہج البلاغہ جہانِ فصاحت و بلاغت کی صبحِ صادق ہے کہ اس میں لفظ کا وقار اور معنی کے نو بہ نو اسرار ہیں۔ تہہ بہ تہہ مضامین کی فراوانی، بینا کا شکوہ اور حسنِ کلام، کلامِ امام کے اعجاز ہیں۔ علیؑ جہاں بھی ہیں علیؑ ہیں۔ مسجدِ کوفہ، سرکارِ علیؑ اور بارگاہِ امامت نصیب کی یاوری سے ہی ملتے ہیں۔

لیکن بازارِ شام، دربارِ یزید ملعون اور اسیری خانوادہ عصمت، تاریخِ بشر حیران ہوجاتی ہے۔ اور سچ بھی ہے کہ واقعہ کیسا بھی ہو اپنے واقعاتی حقائق تک محدود رہ جائے تو زمان و مکان کے سرد خانوں کی نذر ہو رہتا ہے۔ اور جہاں واقعہ کو امتیاز خیر و شر کی مقصدیت سے مشروط کیا جا رہا ہو وہاں کوئی ایسا انتظام بھی ضروری ہے جو حقائق کو مبتلائے ہوسِ دنیا، مؤرخین اور خبر نگاروں کی تاویلات سے بچا کر شعورِ انسانیت کو حقیقی تفصیلات کے ساتھ ہدیہ کر سکے۔

کسے مجالِ انکار ہو کہ واقعہ کربلا اپنے المیاتی اور مزاحمتی ہر دو پہلوؤں میں ہمتِ بشری کی عظیم ترین اور بے مثال روائت ہے۔ جہاں حقائق میں درپیش انسان کو المیوں کی انتہا ہے وہیں ہر المیے کے ردّعمل میں المے کے حجم سے بڑھ کر اپنے مؤقف کے ساتھ غیر متزلزل استواری بھی موجود ہے۔ المیے کی انتہا یہ ہے کہ واقعات کا تذکرہ صدیوں بعد بھی مقبول ترین عنوانِ گریہ وعزا ہے۔ اور ضبط و برداشت کا یہ عالم کہ جبر و استبداد کے خلاف حسینؑ اور حسینیت کامیابی وجدوجہد کا بہترین استعارہ ہے۔

روایاتِ عزا ہوں یا جہدِ اعلانِ حق، کربلا جنابِ زینبِ (سلام اللہ علیہا) کے ہمسفر نہ ہوتی تو شعورِ انسانیت کربلا کے اعجاز آفریں اثرات سے یقیناً محروم رہ جاتا۔ وہ آنکھ جو صبح سے عصرِ عاشور تک اندوہ ناک المیے دیکھتی خونچکاں رہی، شام ڈھلتے ہی روشنی کا امین چراغ ہوگئی۔ دستِ جبر رکا نہیں، المیہ جاری ہے لیکن سیدہ زینبِ (سلام اللہ علیہا) صفِ عزا پر جبرِ باطل کے مقابل وہ معرکہ گرم کرتی ہیں کہ خوف وہوس کے سرد خانوں میں منجمد انسانی احساس زندگی کی دستکیں سننے لگتا ہے۔

بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور انصار کے خنجر رسیدہ سر نیزوں پر بلند ہیں۔ جشن فتح میں غروق مردہ ضمیروں کے مجمع ہیں۔ اسیری کی اعصاب شکن اذیت ہے۔ اور جلوسِ اعداء واغیار میں فلک مآب عصمت وطہارت کی امین ثانی زہرا تلخ ترین غم واندوہ کو سپرد حرف و بیاں کرتی ہیں تو نہ صرف لہجے سے تمکنتِ فاتح خیبر کی مہک آتی ہے بلکہ المیے کے افق سے حق کی دائمی بالادستی کی نوید طلوع ہوتی نظر آتی ہے۔

کہاں ہیں وہ لفظ جو جنابِ سیدہ کے قلبِ مطہر میں لہو روتے صدمات کا احاطہ کرسکیں کہ جتنے پیارے تھے آنکھوں کے روبرو تہہ تیغِ جفا دیکھے۔ لیکن کمالِ سخن سرِ تعظیم خم کئے ہے کہ رنج والم کی انتہا خطباتِ جنابِ زینب میں بصورتِ نالہ وشیون نہیں بلکہ ہر خطبے میں جبر

کے مقابل حسینی عزم جہاد کا تسلسل واضح و بیّن ہے۔ جذباتی سطح پر خطبہ جس بے پناہ اذیت کا شکار ہے کسی بیان کا محتاج نہیں مگر ان خطبات کے ذریعے ضمیرِ انسانی سے مخاطب آواز میں نہ کوئی ضعف ہے اور نہ ہی کوئی فریاد۔ بلکہ کیا عزم سے فرماتی ہیں:

"اے یزید! تو ہر کوشش کر دیکھ اور جس قدر حیلے بہانے اختیار کر لیکن بخدا یہ ممکن نہیں کہ ہمارے نام کو مٹا سکے اور ہمارے مکتب کو ڈھا سکے۔ تیری مہلت چند روزہ ہے۔"

کہنا لازم ہے کہ جبرِ مسلسل کا شکار یہ مظلومہ کربلا قوت کے ابدی سرچشمہ سے یوں متمسک ہے کہ دکھ اپنی تمام ترحشر آفرینیوں کے باوجود اس کے مقصد اور جہاد کے مقابل ہار جاتے ہیں۔ دلِ نازک صدمات کی ہر ضربِ گراں سے وہ توانائی پاتا ہے کہ جس سے باطل کے سینوں میں سیاہ دل کانپ اُٹھتے ہیں۔

سیدہ زینبِ (سلام اللہ علیہا) منبرِ مظلومیت پر متمکن ہمیں الٰہیاتی انعام یافتگان سے متعارف کرواتے ہوئے فرمارہی ہیں:

"خدا کا شکر ہے کہ ہمارے پیش رو سعادت سپرد ہوئے اور ان کے بعد ہمارے حصے میں رحمت و شہادت آئی، ہم خدا سے ان کے لئے اجرِ عظیم اور عنائت طلب کرتے ہیں۔ یقینا وہی خدائے واحد اور مہرباں ہے۔"

ہر صفِ عزا تقلیدِ سنتِ زینبیہ ہے جہاں خاتونِ کربلا وشام کے یہ الفاظ مصروفِ عزا ہر قلب میں ایک امکان روشن کرتے ہیں۔ حق کی ابدی اور دائمی بالادستی کے ساتھ غیر متزلزل استواری کے ذریعے باعزت اور باعث شرف زندگی کا امکان زیادہ واضح اور روشن ہوجاتا ہے۔

مسلم حصاص بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی اصلاح کیلئے بلایا ہوا تھا۔ اور میں اپنے کام میں مشغول تھا کہ اچانک کوفہ کے اطراف و جوانب سے شوروغل کی آوازیں آنے لگیں۔ اسی اثنا میں ایک خادم آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا وجہ

ہے آج کوفہ میں شور وغل ہو رہا ہے۔اس نے کہا کہ ابھی ابھی ایک خارجی (خاکم بدہن) قاتل کا سر لایا جا رہا ہے جس نے یزید پر خروج کیا تھا۔ میں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ کہا حسین ابن علی (علیہم السلام)۔ میں یہ سنتے ہی دم بخود ہو کر رہ گیا۔ جب خادم چلا گیا تو میں نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر مارے۔قریب تھا کہ میری آنکھیں ضائع ہو جائیں۔اس کے بعد میں ہاتھ منہ دھو کر دار الامارہ کی پچھلی طرف سے کناسہ کے مقام پر پہنچا جہاں لوگ سروں اور قیدیوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ پہنچا جو چالیس اُونٹوں پر مشتمل تھا۔ جن پر اولاد حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سوار تھی۔ ان میں کچھ بچے اور مستورات تھیں۔ امام زین العابدینؑ بے پلان اُونٹ پر سوار تھے۔ رگہائے بدن سے خون جاری تھا اور آپ کی حالت بیماری اور ضعف کی وجہ انتہائی کرب ناک تھی۔

آلِ محمدؐ کی خستہ تنی دیکھ کر اہل کوفہ صدقہ کی کھجوریں اور روٹیوں کے ٹکڑے بچوں کی طرف پھینکتے تھے۔ جناب امّ کلثوم یہ فرما کر: یا اہل کوفہ ان الصدقۃ علینا حرام کہ اے اہل کوفہ! صدقہ ہم پر حرام ہے کھجوریں وغیرہ بچوں کے ہاتھوں سے لے کر نیچے پھینک دیتی تھیں۔ لوگ خاندانِ نبوت کی یہ حالت زار دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ جناب امّ کلثوم (سلام اللہ علیہا) نے فرمایا۔

اے اہل کوفہ خاموش ہو جاؤ! تمھارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمھاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ خداوند عالم روز قیامت تمہارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مسلم کہتا ہے:

یہ بی بی گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک صدائے شور وشغب بلند ہوئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ (دوسری طرف سے) شہدائے کربلا کے سر نیزوں پر سوار لائے جا رہے ہیں۔ ان میں آگے آگے جناب امام حسین کا سرِ اقدس تھا اور وہ سر بدرِ کامل کی طرح تابندہ اور درخشندہ

تھا۔ اور تمام لوگوں سے زیادہ رسولخدا کے ساتھ مشابہ تھا۔ ریش مبارک خضاب کی وجہ سے بالکل سیاہ تھی۔ چہرہ انور ماہتاب کی مانند مدوّر اور روشن تھا اور ہوا ریش مبارک کو دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی۔ جب جناب زینب عالیہ کی اپنے بھائی کے سر مبارک پر اس حالت میں نظر پڑی تو اس منظر سے بیتاب ہوکر فرط غم والم سے چوبِ پالان پر اس زور سے سر مارا کہ خون جاری ہوگیا۔ (بحار جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰، ناسخ جلد ۹ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، نفس المہموم صفحہ ۲۱۳)

جب اس حال میں یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ کے در و دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ ہاں! ہاں! وہی کوفہ جس میں جناب امیر علیہ السلام کے ظاہری دور خلافت میں جناب زینب و امّ کلثوم شہزادیوں کی حیثیت سے رہ چکی تھیں اور آج قیدیوں کی حیثیت سے داخل ہو رہی تھیں۔ آہ! اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلِ بیت علیہ السلام۔

بازارِ کوفہ میں خطبہ امام سجاد علیہ السلام:

کوفہ کے زن و مرد جو ہزاروں کی تعداد میں یہ نظارہ دیکھنے کے لئے وہاں جمع تھے۔ آلِ رسول کو اس تباہ حالت میں دیکھ کر زار و قطار رونے لگے۔ امام زین العابدین نے نحیف و نزار آواز کے ساتھ فرمایا: تنوحون و تبکون من جا ممن ذا الذی قتلنا " اے کوفہ والو! یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے۔؟"

اسی اثنا میں ایک کوفیہ عورت نے بالائے بام جھانک کر دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کس قوم و قبیلہ کی قیدی ہو۔ بی بیوں نے فرمایا: نحن اساری آلِ محمد (ص)۔ ہم خاندانِ نبوت کے اسیر ہیں۔ یہ سن کر وہ نیک بخت عورت نیچے اتری اور کچھ برقعے اور چادریں اکٹھی کر کے ان کی خدمت میں پیش کیں۔ جن سے پردگیانِ عصمت نے اپنے سروں کو ڈھانپ لیا۔

حضرتِ زینبِ عالیہ صلوات اللہ علیہا کا خطبہ:

اس وقت عقیلہ بنی ہاشم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے گریہ و بکا اور شور وشغب کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ لیکن راویان اخبار کا بیان ہے کہ جونہی شیرِ خدا کی بیٹی نے لوگوں کو ارشاد کیا کہ: انصتوا خاموش ہو جاؤ! تو کیفیت یہ تھی کہ: **ارتدت الانفاس و سکنت الاجراس**۔ آتے ہوئے سانس رک گئے اور جرس کارواں کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔ اس کے بعد خطیب منبر سلونی کی دختر نے خطبہ شروع کیا تو لوگوں کو حضرت علیؑ کا لب ولہجہ اور ان کا عہد معدلت انگیز یاد آ گیا۔ راوی (حذام اسدی یا بشیر بن خریم اسدی) کہتا ہے:

خدا کی قسم میں نے کبھی کسی خاتون کو دختر علیؑ سے زیادہ پرزور تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا (بی بی کے لب ولہجہ اور اندازِ خطابت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ) گویا جناب امیر المومنین کی زبان سے بول رہی ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں محسوس ہوتا کہ حضرت امیر آپ کی زبان سے بول رہے ہیں۔

جب ہر طرف مکمل خاموشی چھا گئی تو امّ المصائب نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

سب تعریفیں خداوند ذوالجلال والاکرام کے لئے ہیں اور درود وسلام ہو میرے نانا محمدؐ پر اور ان کی طیب وطاہر اور نیک و پاک اولاد پر۔ امابعد! اے اہلِ کوفہ! اے اہل فریب ومکر! کیا اب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمھارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمھاری آہ و فغان کبھی بند نہ ہو! تمھاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے بڑی محنت وجانفشانی سے محکم ڈوری بانٹی اور پھر خود ہی اسے کھول دیا اور اپنی محنت پر پانی پھیر دیا تم (منافقانہ طور پر) ایسی جھوٹی قسمیں کھاتے ہو۔ جن میں کوئی صداقت نہیں۔ تم جتنے بھی ہو، سب کے سب بیہودہ گو، ڈینگ مارنے والے، پیکرِ فسق و فجور اور فسادی، کینہ پرور اور لونڈیوں کی طرح

جھوٹے چاپلوس اور دشمنی کی غماز ہو۔ تمھاری یہ کیفیت ہے کہ جیسے کثافت کی جگہ سبزی یا اس چاندی جیسی ہے جو دفن شدہ عورت (کی قبر) پر رکھی جائے۔

آگاہ رہو! تم نے بہت ہی برے اعمال کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے خداوند عالم تم پر غضب ناک ہے۔ اس لئے تم اس کے ابدی عذاب و عتاب میں گرفتار ہو گئے۔ اب کیوں گریہ و بکا کرتے ہو؟ ہاں بخدا البتہ تم اس کے سزاوار ہو کہ روؤ زیادہ اور ہنسو کم۔ تم امام علیہ السلام کے قتل کی عار و شنار میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے اور بھلا تم خاتم نبوت اور معدن رسالت کے سلیل (فرزند) اور جوانان جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارہ حجت اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہو۔ لعنت ہو تم پر اور ہلاکت ہے تمہارے لئے۔ تم نے بہت ہی برے کام کا ارتکاب کیا ہے اور آخرت کے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا ہے۔ تمھاری کوشش رائیگاں ہو گئی اور تم برباد ہو گئے۔ تمہاری تجارت خسارے میں رہی اور تم خدا کے غضب کا شکار ہو گئے ۔ تم ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوئے۔ افسوس ہے اے اہل کوفہ تم پر، کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کر دیا؟ اور ان کا کون سا خون بہایا؟ اور ان کی کون سی ہتک حرمت کی؟ اور ان کی کن مستورات کو بے پردہ کیا؟ تم نے ایسے اعمال شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں، زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ تم نے قتلِ امام کا جرم شنیع کیا ہے جو پہنائی و وسعت میں آسمان و زمین کے برابر ہے۔ اگر اس قدر بڑے ظلم پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم تعجب کیوں کرتے ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رسوا کن ہوگا۔ اور اس وقت تمہاری کوئی امداد نہ کی جائے گی۔ تمہیں جو مہلت ملی ہے اس سے خوش نہ ہو۔ کیونکہ خداوندِ عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے فوت ہو جانے کا خدشہ نہیں ہے۔ "یقیناً تمہارا خدا اپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے "

اہلیانِ کوفہ کی حالت:

پھر بی بِی عالم نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حیران وسرگرداں ہیں اور تعجب سے انگلیاں مونہوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو میرے پہلو میں کھڑا رو رہا تھا۔ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور وہ اس حال میں کہہ رہا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ کے بزرگ سب بزرگوں سے بہتر، آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل، آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف، آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل عظیم ہے۔

جناب امّ کلثوم سلام اللہ علیہا کا خطبہ:

مخدومہ کونین صلوات اللہ علیہا کے بعد جناب امّ کلثوم بنت حیدرِ کرار نے بآواز بلند آہ وبکا کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: تمام حمد وثنا خداوند قادر ومطلق کے لئے ہے اور درود وسلام ان ہستیوں پر جو لائقِ درود وسلام ہیں۔

امابعد! اے اہل کوفہ برائی ہو تمہارے لئے، تم نے کیوں حسین کی نصرت نہ کی۔؟ ان کو شہید کر دیا اور ان کے مال واسباب کو لوٹا اور اسے اپنا ورثہ بنالیا اور ان کے اہل وعیال کو قید کیا۔ تمہارے لئے ہلاکت اور رحمت ایزدی سے دوری ہو۔ وائے ہو تمہارے حال پر۔ کیا کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کن مصائب میں مبتلا ہوئے اور کیا بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھایا اور کن کے خون تم نے بہائے۔ کن اہلِ حرم کو تکلیفیں پہنچائیں۔ کن مخدرات کو لوٹا اور کن اموال پر ناجائز قبضہ کیا۔ تم نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل تھا۔ رحم تمہارے دلوں سے اٹھالیا گیا۔ یقینا خدا کا گروہ ہی کامیاب و

کامران ہوتا ہے اور شیطانی گروہ خائب و خاسر ہوتا ہے۔ پھر حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

وائے ہو تم پر! تم نے بلاقصور میرے بھائی کو شہید کیا، اس کی سزا تمہیں جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں دی جائے گی، تم نے ایسے خون بہائے جن کے بہانے کو خدا، رسول اور قرآن نے حرام قرار دیا تھا۔ تمہیں آتش جہنم کی بشارت ہو کہ جس میں تم ابدالآباد تک معذب رہو گے۔

میں اپنے اس بھائی پر جو بعد از رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے افضل تھا زندگی بھر روتی رہوں گی اور کبھی نہ خشک ہونے والا سیلِ اشک بہاتی رہوں گی۔

خطبہ کا اثر:

جناب امّ کلثوم کے خطبہ کا اس قدر اثر ہوا کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ عورتیں اپنے بال بکھیر کر ان میں خاک ڈالنے لگیں اور چہروں پر طمانچے مارنے شروع کئے۔ اسی طرح مرد شدت غم سے نڈھال ہو کر اپنی داڑھیاں نوچنے لگے۔ اس روز سے زیادہ رونے والے مرد اور عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ:

لوگ ابھی گریہ و بکا کر رہے تھے کہ امام زین العابدینؑ نے انہیں خاموش ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو امام سجاد علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

اے لوگو! جو شخص مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو شخص نہیں پہچانتا میں اسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں میں علی ابن الحسین ہوں۔ وہ حسین جو بلا جرم وقصور نہر فرات

کے کنارے ذبح کیا گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی عزت وحرمت کو پامال کیا گیا، جس کا مال ومنال لوٹا گیا اور جس کے اہل وعیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا پسر ہوں جسے ظلم وجور سے درماندہ کر کے شہید کیا گیا اور یہ بات ہمارے فخر کے لئے کافی ہے۔ اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے میرے پدرِ عالی قدر کو دعوتی خطوط لکھ کر نہیں بلایا تھا؟ اوران کی نصرت وامداد کے عہد وپیمان نہیں کئے تھے؟ اور جب وہ تمہاری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تشریف لائے تو تم نے مکر وفریب کا مظاہرہ کیا اور ان کی نصرت ویاری سے دست برداری اختیار کر لی۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ قتال کر کے ان کو قتل کر دیا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے کہ تم نے اپنے لئے بہت برا ذخیرہ جمع کیا اور برائی ہو تمہاری رائے اور تدبیر کے لئے! بھلا تم کس طرح رسول خدا کا سامنا کرو گے، جب وہ تم سے فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت اہل بیت کو قتل کیا اور میری ہتک حرمت کی اس لئے تم میری امت سے نہیں ہو۔

راویان اخبار کا بیان ہے کہ جب امام کا کلامِ یہاں تک پہنچا تو ہر طرف سے لوگوں کے رونے اور چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہر ایک نے دوسرے کو کہنا شروع کیا: **هلكتم وما تعلمون** یعنی تم بے علمی میں ہلاک وبرباد ہو گئے ہو۔ امام سجاد نے پھر سے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا:

خدا اس بندے پر رحم کرے جو میری نصیحت کو قبول کرے اور میری وصیت کو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت رسول علیہ السلام کے بارے میں یاد رکھے کیونکہ تمہارے لئے رسول خداؐ کی زندگی میں اعلیٰ ترین نمونہ موجود ہے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا:

یا بن رسول اللہؐ سب آپ کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے ضرور اس کی تعمیل کی جائے گی۔ ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔

امام سجاد نے ان کا یہ کلامِ فریب انضمام سن کر فرمایا:

ھیہات اے گروہِ مکاراں وعیاراں! اب تمہاری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔ اب تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو جو میرے اب وجد کے ساتھ کر چکے ہو؟ حاشا وکلا۔ ایسا اب ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بخدا! ابھی تک تو سابقہ زخم بھی مندمل نہیں ہوئے۔ کل تو میرے پدر عالی قدر کو ان کے اہل بیت کے ساتھ شہید کیا گیا، ابھی تک تو مجھے اپنے اب وجد اور بھائیوں کی شہادت کا صدمہ فراموش نہیں ہوا۔ بلکہ ان مصائب کے غم والم کی تلخی میرے حلق میں ابھی موجود ہے اور غم وغصہ کے گھونٹ ابھی تک میرے سینہ کی ہڈیوں میں گردش کر رہے ہیں۔ ہاں تم سے صرف اس قدر خواہش ہے کہ نہ ہمیں فائدہ پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان۔

دربارِابنِ زیاد میں پیشی:

ان خطبات کے بعد اسیران اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ دربارِ ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر ابن زیاد نے تمام لوگوں کو حاضری کا اذن عام دے رکھا تھا۔ اس لئے دربار، درباریوں اور تماش بینوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ سب سے پہلے شہداء کے سر دربار میں پہنچائے گئے اور اس کے بعد اسیران کرب وبلا کو دربار میں پیش کیا گیا۔

دربار میں ان اسیران خانوادہ نبوت ورسالت کے ساتھ جو اندوہناک سلوک روا رکھا گیا، تواریخ ومقاتل کی کتب اس سے بھری پڑی ہیں۔ یہاں طوالت اور موضوع کے پیش نظر ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ لہٰذا قارئین سے معذرت کے ساتھ ہم آگے کا سفر جاری رکھتے ہیں۔

اسرائے اہل بیت کی دمشق میں آمد:

صبر واستقلال اورعزم وہمت کی تاریخ رقم کرنے کے ساتھ ساتھ لشکر یزیدی کے بے حد وانتہا ظلم وجور کو آزمائش خداوندی تسلیم کرتے ہوئے یہ کاروان حسینی، جو کہ اب کرب وبلا کی شیر دل خاتون کی قیادت میں آکر کاروان زینبی کی شکل اختیار کر چکا تھا، شہر شام میں داخل ہوا۔ کرب وبلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک اس قافلہ پر کیا کیا مصائب وآلام ڈھائے گئے؟ اس کارواں کو کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ ظلم وبربریت کے پہاڑ کس قدر توڑے گئے؟ تشدد وحیوانیت کی کیا کیا مثالیں قائم کی گئیں؟ اور اس بے یارو مددگار اور مظلوم ومقہور قافلہ کے افراد نے کس کمال پامردی اور حوصلہ کے ساتھ ان کا سامنا کیا؟ یہ تمام واقعات وحالات روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ کربلا سے لے کر کوفہ اور کوفہ سے لے کر شام تک کے راستہ میں بہت سے چھوٹے چھوٹے مزارات شہداء، جن کی وجہ سے وہاں شہر آباد ہو چکے ہیں، ان سوالات کے واضح جواب لئے ہوئے ہیں اور ارباب سیرو مقاتل نے نہایت صراحت ووضاحت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

مختصراً شام کے لوگوں نے اسلامی دستور اور تعلیمات کو خالد بن ولید، معاویہ، زیاد اور ان جیسے افراد کی رفتار وکردار کے آئینے میں دیکھا تھا۔ انہیں سیرت پیغمبرؐ اور مہاجرین وانصار کے طرز عمل کا کچھ پتہ نہ تھا۔ ٦١ ہجری میں شام میں چند افراد تھے جن کی عمریں ساٹھ سال سے اوپر تھیں۔ ان کی ترجیح یہی تھی کہ وہ ایک کونے میں بیٹھ جائیں اور جو کچھ ہو رہا ہے، اس سے آنکھیں بند کرلیں۔ شام کے لوگ یہ بات سننے پر آمادہ نہ تھے کہ حضرت محمدؐ کے رشتہ دار اور قریبی بنی امیہ کے علاوہ کوئی اور بھی ہیں۔

اکثر مقتل کی کتب میں یہ لکھا ہے کہ اسیروں کے شہر دمشق میں داخل ہونے کے موقع پر لوگوں نے شہر کو سجایا ہوا تھا۔ یزید نے اپنے دربار میں یہ اشعار پڑھے:

کاش! آج میرے جنگ بدر میں مارے جانے والے بزرگ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے کس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے ان کا انتقام لیا ہے۔

کیونکہ اس دن یزید کی مجلس میں اس کے اردگرد ایسے افراد بیٹھے تھے کہ جنہوں نے اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اقتدار و حکومت تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہوا تھا نہ کہ قربتِ خدا کا ذریعہ۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں محفلیں ایک طرح کی ہیں اور باتیں بھی ایک جیسی ہیں۔ کوفے میں ابن زیاد بھی خوشی سے پھولا نہیں سما تا تھا کہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور عراقیوں کے ہاتھوں سے ان کی قوت چھین لی ہے۔ شام میں یزید افتخار کر رہا ہے کہ جنگ بدر میں اس کے مقتول بزرگوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ اگر یہ معاملہ یہیں پر ختم ہو جاتا ہو تو کامیاب تھا، لیکن جناب زینب نے اسے اس کی کامیابی کا پھل کھانے نہ دیا۔ وہ جسے اپنے لئے شیریں سمجھ رہا تھا جنابِ زینب عالیہ نے اس کا مزہ حد سے زیادہ کڑوا کر دیا اور اس کے لئے تلخ بنا دیا۔ جناب زینب نے پابرہنہ اور بے مقنعہ و چادر اپنی مختصر گفتگو میں اہل مجلس کو سمجھا دیا کہ ان پر حکومت کرنے والا کون ہے اور کس کے نام پر حکومت کر رہا ہے۔ اور رسیوں میں جکڑے اس کے سامنے کھڑے قیدی کون ہیں۔

جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے
بنتِ زہرا تے رے پردے کا خیال آتا ہے

جنابِ زینبِ کبریٰ (س) کا خطبہ دربارِ یزید میں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو کائنات کا پروردگار ہے۔ اور خدا کی رحمتیں نازل ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی پاکیزہ عترت واہل بیت پر۔ امابعد! بالاخر برا ہے انجام ان لوگوں کا جنہوں نے اپنے دامن حیات کو برائیوں کی سیاہی سے داغدار کر کے اپنے خدا کی آیات کی تکذیب کی اور آیات پروردگار کا مذاق اڑایا۔ اے یزید! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیئے ہیں اور کیا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر در بدر پھرانے سے تو خدا کی بارگاہ میں سرفراز اور رسوا ہوئے ہیں۔ کیا تیرے خیال میں ہم مظلوم ہو کر ذلیل ہو گئے اور تو ظالم بن کر سر بلند ہوا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پر ظلم کر کے خدا کی بارگاہ میں تجھے شان و مقام حاصل ہو گیا ہے۔ آج تو اپنی ظاہری فتح کی خوشی میں سرمست ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہوا مسرت وشادمانی سے سرشار ہو کر اپنے غالب ہونے پر اترا رہا ہے۔ اور زمامداری کے ہمارے مسلمہ حقوق کو غصب کر کے خوشی وسرور کا جشن منانے میں مشغول ہے۔ اپنی غلط سوچ پر مغرور نہ ہو اور ذرا دم لے۔

کیا تو نے خدا کا یہ فرمان بھلا دیا ہے کہ حق کا انکار کرنے والے یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ ہم نے اس لئے ڈھیل دے رکھی ہے کہ جی بھر کر اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیں۔ اور ان کے لئے خوفناک عذاب معین و مقرر کیا جا چکا ہے۔

اے طلقاء کے بیٹے (آزاد کردہ غلاموں کی اولاد) کیا یہ تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی مستورات اور لونڈیوں کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کر کے پردے میں رکھا ہوا

ہے۔ جبکہ رسول زادیوں کو سر برہنہ در بدر پھرا رہا ہے۔ تو نے مخدرات عصمت کی چادریں لوٹ لیں اور ان کی بے حرمتی کا مرتکب ہوا۔ تیرے حکم پر اشقیاء نے رسول زادیوں کو بے نقاب کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ تیرے حکم پر دشمنان خدا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکدامن مستورات کو ننگے سر لوگوں کے ہجوم میں لے آئے۔ اور لوگ رسول زادیوں کے کھلے سر دیکھ کر ان کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اور دور و نزدیک کے رہنے والے سب لوگ ان کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے ہیں۔ اور ہر شریف و کمینے کی نگاہیں ان پاک بی بیوں کے ننگے سروں پر جمی ہیں۔

آج رسول زادیوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ آج ان قیدی مستورات کے ساتھ ان کے مرد موجود نہیں ہیں جو اِن کی سرپرستی کریں۔ آج آلِ محمد کا معین و مددگار کوئی نہیں ہے۔ اس شخص سے بھلائی کی توقع ہی کیا ہوسکتی ہے جو اس خاندان کا چشم و چراغ ہو جس کی بزرگ خاتون (یزید کی دادی) نے پاکیزہ لوگوں کے جگر چبا کر تھوک دیا۔ (یزید کی دادی ہند کو تاریخ میں آکلۃ الاکباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں جگر چبا کر کھانے والی۔ کیونکہ جنگ احد میں جب حضرت حمزہؑ شہید ہو گئے تو یہ ظالم عورت ہاتھ میں خنجر لے کر حضرت حمزہؑ کی لاش پر آئی اور ان کا سینہ چاک کر کے ان کا جگر نکالا اور چبانے کے لئے منہ میں رکھا مگر وہ پتھر کی طرح سخت ہو گیا اور وہ اسے نہ چبا سکی۔ لیکن اس کے بعد ہند جگر خوار کے نام سے مشہور ہو گئی۔)

اور اس شخص سے انصاف کی کیا امید ہو سکتی ہے جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہو۔ وہ شخص کس طرح ہم اہل بیت پر مظالم ڈھانے میں کمی کر سکتا ہے جو بغض و عداوت اور کینے سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ ہمیں دیکھتا ہے۔ اے یزید! کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرنے اور اتنے بڑے گناہ کو انجام دینے کے

باوجود فخر ومباہات کرتا ہوا یہ کہہ رہا ہے کہ میرے اسلاف اگر موجود ہوتے تو ان کے دل باغ باغ ہو جاتے اور مجھے دعائیں دیتے ہوئے کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔اے یزید! کیا تجھے حیا نہیں آتی کہ تو جوانانِ جنت کے سردار حسین ابن علیؑ کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ان کی بے ادبی کر رہا ہے۔

اے یزید تو کیوں نہ خوش ہو اور فخر ومباہات کے قصیدے پڑھے کیونکہ تو نے اپنے ظلم واستبداد کے ذریعے ہمارے دلوں کے زخموں کو گہرا کر دیا ہے۔اور شجرہ طیبہ کی جڑیں کاٹنے کے گھناؤنے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔تو نے اولادِ رسولؐ کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین کئے ہیں۔تو نے عبدالمطلب کے خاندان کے ان نوجوانوں کو تہہ تیغ کیا ہے۔جن کی عظمت و کردار کے درخشندہ ستارے زمین کے گوشے گوشے کو منور کیے ہوئے ہیں۔آج تو آلِ رسولؐ کو قتل کر کے اپنے بدنہاد اسلاف کو پکار کر انہیں اپنی فتح کے گیت سنانے میں منہمک ہے۔

تو عنقریب اپنے ان کافر بزرگوں کے ساتھ مل جائے گا۔اور اُس وقت اپنی گفتار و کردار پر پشیمان ہو کر یہ آرزو کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے اور میری زبان بولنے سے عاجز ہوتی۔اور میں نے جو کچھ کیا اور کہا اس سے میں باز رہتا۔اس کے بعد حضرت زینب نے آسمان کی طرف منہ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی! اے ہمارے کردگارِ حق تو ہمارا حق ان ظالموں سے ہمیں دلا دے اور تو ہمارے حق کا بدلہ ان سے لے۔اے پردگار تو ہی ان ستمگروں سے ہمارا انتقام لے۔

اور اے خدا تو ہی ان پر اپنا غضب نازل فرما جس نے ہمارے عزیزوں کو خون میں نہلا یا اور ہمارے مددگاروں کو تہہ تیغ کر دیا۔اے یزید! تو نے جو ظلم کیا ہے اپنے ساتھ کیا ہے۔تو نے کسی کی نہیں بلکہ اپنی ہی کھال چاک کی ہے۔اور تو نے کسی کا نہیں بلکہ اپنا ہی

گوشت کاٹا ہے۔تو رسولِ خداؐ کے سامنے ایک مجرم کی صورت لایا جائے گا اور تجھ سے تیرے اس گھناؤنے جرم کی باز پرس ہوگی کہ تونے اولادِ رسولؐ کا خونِ ناحق کیوں بہایا اور رسول زادیوں کو در بدر کیوں پھرایا۔نیز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پاروں کے ساتھ ظلم کیوں روا رکھا۔اے یزید! یاد رکھ کہ خدا آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تجھ سے انتقام لے کران مظلوموں کا حق انہیں دلائے گا۔اور انہیں امن وسکون کی نعمت سے مالامال کر دے گا۔خدا کا فرمان ہے کہ تم گمان نہ کرو کہ جولوگ راہِ خدا میں مارے گئے وہ مر مٹ چکے ہیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ کی زندگی پا گئے اور بارگاہِ الٰہی میں سے روزی پا رہے ہیں۔

اے یزید! یاد رکھ کہ تونے جو ظلم آلِ محمد پر ڈھائے ہیں اس پر رسول خداؐ عدالتِ الٰہی میں تیرے خلاف شکایت کریں گے۔اور جبرائیلِ امین آلِ رسول کی گواہی دیں گے۔پھر خدا اپنے عدل وانصاف کے ذریعے تجھے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔اور یہی بات تیرے برے انجام کے لئے کافی ہے۔

عنقریب وہ لوگ بھی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے جنہوں نے تیرے لئے ظلم و استبداد کی بنیادیں مضبوط کیں اور تیری آمرانہ سلطنت کی بساط بچھا کر تجھے اہل اسلام پر مسلط کر دیا۔ان لوگوں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ ستمگروں کا انجام برا ہوتا ہے اور کس کے ساتھی ناتوانی کا شکار ہیں۔

اے یزید! یہ گردش ایام اور حوادث روزگار کا اثر ہے کہ مجھے تجھ جیسے بدنہاد سے ہمکلام ہونا پڑا ہے اور میں تجھ جیسے ظالم وستمگر سے گفتگو کر رہی ہوں۔لیکن یاد رکھ میری نظر میں تُو ایک نہایت پست اور گھٹیا شخص ہے جس کلام کرنا بھی شریفوں کی توہین ہے۔میری اس جرأت سخن پر تُو مجھے اپنے ستم کا نشانہ ہی کیوں نہ بنا دے لیکن میں اسے ایک عظیم امتحان اور آزمائش سمجھتے ہوئے صبر واستقلال اختیار کروں گی اور تیری بدکلامی و بدسلوکی میرے عزم واستقلال پر اثر

انداز نہیں ہو سکتی۔

اے یزید! آج ہماری آنکھیں اشکبار ہیں اور سینوں میں آتش غم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔افسوس تو اس بات پر ہے کہ شیطان کے ہمنواؤں اور بدنام لوگوں نے رحمان کے سپاہیوں اور پاکباز لوگوں کو تہہ تیغ کر ڈالا ہے۔ اور ابھی تک اس شیطانی ٹولے کے ہاتھوں سے ہمارے پاک خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ان کے ناپاک دہن ہمارا گوشت چبانے میں مصروف ہیں اور صحرا کے بھیڑئے ان پاکباز شہیدوں کے مظلوم لاشوں کے اردگرد گھوم رہے ہیں اور جنگل کے نجس درندے ان پاکیزہ جسموں کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔

اے یزید! اگر آج تو ہماری مظلومیت پر خوش ہو رہا ہے اور اسے اپنے دل کی تسکین کا باعث سمجھ رہا ہے تو یاد رکھ کہ جب قیامت کے دن اپنی بد کرداری کی سزا پائے گا تو اس کا برداشت کرنا تیرے بس سے باہر ہوگا۔ خدا عادل ہے اور وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ہم اپنی مظلومیت اپنے خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں اسی کی عنایات اور عدل وانصاف پر ہمارا بھروسہ ہے۔ اے یزید! تو جتنا چاہے مکر وفریب کر لے اور بھرپور کوشش کر کے دیکھ لے مگر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تو نہ تو ہماری یاد لوگوں کے دلوں سے مٹا سکتا ہے اور نہ ہی وحی الٰہی کے پاکیزہ آثار محو کر سکتا ہے۔ تو یہ خیال اپنے دل سے نکال دے کہ ظاہر سازی کے ذریعے ہماری شان ومنزلت کو پالے گا۔

تو نے جس گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے اس کا بدنما داغ اپنے دامن سے نہیں دھو سکتا۔ تیرا نظریہ نہایت کمزور اور گھٹیا ہے۔ تیری حیات اقتدار میں گنتی کے چند دن باقی ہیں۔ تیرے سب ساتھی تیرا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ تیرے پاس اس دن کے لئے حیرت و پریشانی کے سوا کچھ بھی نہیں جب منادی ندا کرے گا کہ ظالم وستمگر لوگوں کے لئے خدا کی لعنت ہے۔

ہم خدائے قدوس کی بارگاہ میں سپاس گزار ہیں کہ ہمارے خاندان کے پہلے فرد (حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سعادت ومغفرت سے بہرہ مند فرمایا اور ہمارے آخر (امام حسین علیہ السلام) کو شہادت و رحمت کی نعمتوں سے نوازا۔ہم بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے شہیدوں کے ثواب واجر میں اضافہ وتکمیل فرمائے اور ہم باقی سب افراد کو اپنی عنایتوں سے نوازے، بے شک خدا ہی رحم ورحمت کرنے والا اور حقیقی معنوں میں مہربان ہے۔خدا کی عنایتوں کے سوا ہمیں کچھ مطلوب نہیں اور ہمیں صرف اور صرف اسی کی ذات پر بھروسہ ہے اس لئے کہ اس سے بہتر کوئی سہارا نہیں ہے۔

خطبہ کے اثرات:

سیدہ زینبِ کبریٰ سلام اللہ علہا کا حقیقت آمیز مگر آتشیں خطبہ سن کر یزید کانپنے لگا اور اپنے جرائم کے تمام راز فاش ہونے اور اپنے برے انجام کا سن کر اس کے حواس باختہ ہو گئے اسے کچھ نہیں سوجھتا تھا کہ کیا کرے اور کیا کہے جس سے اس کی بداعمالیوں اور گھناؤنے کردار پر پردہ پڑ سکے۔اپنے انجام کا تصور کر کے کہنے لگا!

میری دنیا بھی آخرت بھی گئی ایسی رسوائیاں نصیب ہوئیں
بے اثر ہے ہر ایک فریاد موت کی گھڑیاں اب قریب ہوئیں

نمونہ سخن:

جنابِ زینب نے اپنے اس خطبے میں حقائق کے اظہار کیا جو انقلاب آفریں انداز اختیار کیا ہے اس کی نظیر کہیں عالم میں نہیں ملتی اور حق وحقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فطرت کی رعنائیوں کو آزادی وحریت سے ہم آہنگ کر کے جرأت بیان کا جو مقدس نمونہ پیش کیا ہے وہ ہر صاحب فکر و دانش کے لئے قابلِ تقلید ہے۔جنابِ زینب نے اپنے مقدس

بیان کی روشنی میں دنیائے انسانیت کو حقائق کے اظہار کا فطری طریقہ فطری حقوق کے تحفظ کا سلیقہ اور حقیقت وعقیدت کے امتزاج کا ڈھنگ سکھایا ہے۔

اعلائے کلمہ حق:

سیدہ زینب نے بتلایا کہ ظالم وستمگر کے سامنے کلمہ حق کس طرح کہا جاتا ہے۔ اور زبان وبیان کی قوت کو شمشیر وسناں سے زیادہ تیز اثر دے کر کس طرح لوگوں کے دلوں میں اترا جاتا ہے۔ علیؑ کی بیٹی نے اپنے خطبے کے بل بوتے پر مظلوم انسانوں کا استحصال کرنے والوں کے خلاف قیام کرنے کے آداب سکھائے۔

قصرِ یزیدیت کی تاراجی:

جنابِ زینب عالیہ نے جس پاکیزہ انداز میں بنی امیہ کی نخوت کا کاخِ مرمر اپنے بیان کی قوت سے ریزہ ریزہ کیا اس کے سامنے یزید کا سر ندامت وشرمندگی سے جھک گیا اور اسے رسولؐ زادی کا استدلال اس طرح رسوا کر گیا کہ وہ سوچنے لگا کہ کاش! زمین کا منہ کھل جائے اور وہ اس میں چھپ کر اپنی رہی سہی عزت بچا سکے مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ افسوس و ندامت کی گھڑیاں بیت چکی تھیں اور اموی خاندان کی طاغوتیت اور فرعونیت کا بت پاش پاش ہو چکا تھا اور ان کی سطوت وآمریت کے چراغ گل ہو چکے تھے۔ اور اب یزید کے ایوانِ اقتدار پر مایوسی، پریشانی، اضطراب اور ندامت کے سائے محیط تھے۔

انقلاب آفرین خطبہ:

زینبِ کبریٰ (سلام اللہ علیہا) کے تاریخی خطبے کی انقلاب آفرین تاثیر رہتی دنیا تک بنی ہاشم کی شجاعت کا پرچم سربلند رکھے گی۔ اور فطرت کی رعنائیوں اور زیبائیوں کے مشتاق علیؑ کی بیٹی کے عصمت شعار خطاب کی روشنی میں شعور نظر، شعارِ حقیقت، احساس عظمت و

قوت ارادہ، حسن اخلاق اور کسب کمال کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتے رہیں گے۔

خطباتِ سیدہ اور واقعاتِ کربلا:

حضرت سیدہ زینب کے حقیقت شعار خطبے سے ہر دور میں ظالم و ستمگر حکمرانوں کے ایوانِ اقتدار لرزتے رہیں گے اور مالی طاقت کے بل بوتے پر انسانیت کا خون کرنے والے طاغوت، علیؑ کی بیٹی کے اس تاریخی خطاب کی انقلاب آفرینی سے نہ بچ سکیں گے۔ اور جب بھی کربلا کے خونیں واقعے کا تذکرہ ہوگا تو جنابِ زینبؑ کے خطبوں کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

ایمان کی منزل کفِ پا چوم رہی ہے
ملت کی جبیں نقشِ وفا چوم رہی ہے
اے بنت علیؑ عارفہ لہجہ قرآن
خطبوں کو ترے وحی خدا چوم رہی ہے

❁❁❁❁❁

علی علیہ السلام کی بیٹی

قدم قدم پر چراغ ایسے جلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علی کی بیٹی

کہیں بھی ایوانِ ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا، دماغِ انسانیت، جہالت کی تیرگی میں
جہنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

دکانِ وحدت کے جوہری دم بخود ہیں اس معجزے پہ ابتک
کہ سنگ ریزوں کو آبگینے بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

خبر کرو اہلِ جور کو کہ اب حسینیت انتقام لے گی
یزیدیت سے کہ دو کہ سنبل جائے، آ گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے
اجڑ کے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

نہ کوئی لشکر، نہ سر پہ چادر، مگر نجانے ہوا میں کیونکر
غرورِ ظلم و ستم کے پُرزے اڑا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

پہن کے خاکِ شفا کا احرام، سر برہنہ طواف کر کے
حسین ! تیری لحد کو کعبہ بنا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے
کہ پتھروں کی جڑوں میں ہیرے چھپا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

یقیں نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

ابد تلک اب نہ سر اُٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرورِ شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاشِ اکبر سے پا برہنہ رسن پہن کر
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کہ رلا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

میں اس کے در کے گداگروں کا غلام بن کے چلا تھا محسن
اسی لئے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علیؑ کی بیٹی

(شہید محسن نقویؒ)

❁❁❁❁❁